

تو بگویم

ایستاده

البیتہ

نام | پہلی آیت کے لفظ البیتہ کو اس سورہ کا نام قرار دیا گیا ہے۔

زمانہ نزول | اس کے بھی کئی اور مدنی ہونے میں اختلاف ہے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ جمہور کے نزدیک یہ کئی ہے اور بعض دوسرے مفسرین کہتے ہیں کہ جمہور کے نزدیک مدنی ہے۔ ابن الزبیر اور عطاء بن یسار کا قول ہے کہ یہ مدنی ہے۔ اسی عباس اور قتادہ کے دو قول منقول ہیں۔ ایک یہ کہ یہ کئی ہے، دوسرا یہ کہ مدنی ہے۔ حضرت عائشہ اسے کئی قرار دیتی ہیں۔ ابوسیان صاحب بحر المحیط اور عبد المنعم ابن العزاس صاحب احکام القرآن اس کے کئی ہونے ہی کو ترجیح دیتے ہیں۔ جہاں تک اس کے مضمون کا تعلق ہے، اس میں کوئی علامت ایسی نہیں پائی جاتی جو اس کے کئی یا مدنی ہونے کی طرف اشارہ کرتی ہو۔

موضوع اور مضمون | قرآن مجید کی ترتیب میں اس کو سورہ معلق اور سورہ قدر کے بعد رکھنا بہت معنی خیز ہے۔ سورہ معلق میں پہلی وحی درج کی گئی ہے۔ سورہ قدر میں بتایا گیا ہے کہ وہ کب نازل ہوئی۔ اور اس سورہ میں بتایا گیا ہے کہ اس کتاب پاک کے ساتھ ایک رسول بھیجا کیوں ضروری تھا۔

سب سے پہلے رسول بھیجنے کی ضرورت بیان کی گئی ہے، اور وہ یہ ہے کہ دنیا کے لوگ، خواہ وہ اہل کتاب ہیں، سے ہوں یا مشرکین میں سے، جس کفر کی حالت میں مبتلا تھے اُس سے اُن کا نکلنا اس کے بغیر ممکن نہ تھا کہ ایک ایسا رسول بھیجا جائے جس کا وجود خود اپنی رسالت پر دلیل روشن ہو، اور وہ لوگوں کے سامنے خدا کی کتاب کو اس کی اصلی اور صحیح صورت میں پیش کرے جو باطل کی اُن تمام آمیزشوں سے پاک ہو جن سے پچھلی کتب آسمانی کو آلودہ کر دیا گیا ہے اور بالکل راست اور درست تعلیمات پر مشتمل ہو۔

اس کے بعد اہل کتاب کی گمراہیوں کے متعلق وضاحت کی گئی ہے کہ اُن کے ان مختلف راستوں میں بھٹکنے کی وجہ یہ نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی کوئی رہنمائی نہ کی تھی، بلکہ وہ اس کے بعد بھٹکے کہ راہ راست کا بیان واضح اُن کے پاس آچکا تھا۔ اس سے خود بخود یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اپنی گمراہیوں کے وہ خود ذمہ دار ہیں، اور اب پھر اللہ کے اس رسول کے ذریعہ سے بیان واضح آجانے کے بعد بھی اگر وہ بھٹکتے ہی رہیں گے تو اُن کی ذمہ داری اور زیادہ بڑھ جائے گی۔

اسی سلسلے میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو انبیاء بھی آئے تھے، اور جو کتابیں بھی

بھیجی تھی، انہوں نے اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا تھا کہ سب طریقوں کو تھپوڑ کر خاص الشک کی بندگی کا طریقہ اختیار کیا جائے، کسی اور کی عبادت و بندگی اور اطاعت و پرستش کو اس کے ساتھ شامل نہ کیا جائے، نماز قائم کی جائے اور زکوٰۃ ادا کی جائے۔ یہی ہمیشہ سے ایک صحیح دین رہا ہے۔ اس سے بھی یہ نتیجہ خود بخود برآمد ہوتا ہے کہ اہل کتاب نے اس اصل دین سے ہٹ کر اپنے مذہبوں میں جن نئی نئی باتوں کا اضافہ کر لیا ہے وہ سب باطل ہیں، اور اللہ کا یہ رسول جو آپ آیا ہے اسی اصل دین کی طرف پلٹنے کی آمینیں دعوت دے رہا ہے۔

آخر میں صاف ارشاد ہوا ہے کہ جو اہل کتاب اور مشرکین اس رسول کو ماننے سے انکار کریں وہ بدترین مخلوق ہیں، ان کی سزا بیکسری بہتیم ہے، اور جو لوگ ایمان لاکر عمل صالح کا طریقہ اختیار کر لیں گے اور دنیا میں خدا سے ڈرتے ہوئے زندگی بسر کریں گے وہ بہترین مخلوق ہیں، ان کی جزا یہ ہے کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔

آيَاتُهَا ۸

سُورَةُ الْبَيْتَةِ مَدِينَةٌ

زَكَوَاتُهَا ۱

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنْفِكِينَ

اہل کتاب اور مشرکین میں سے جو لوگ کافر تھے (وہ اپنے کفر سے) باز آنے والے نہ تھے

۱۔ کفر میں مشرک ہونے کے باوجود ان دونوں گروہوں کو دو الگ الگ ناموں سے یاد کیا گیا ہے۔ اہل کتاب سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے پاس پہلے انبیاء کی لائی ہوئی کتابوں میں سے کوئی کتاب، خواہ تعریف شدہ شکل ہی میں سہی، موجود تھی اور وہ اُسے مانتے تھے۔ اور مشرکین سے مراد وہ لوگ ہیں جو کسی نبی کے پیرو اور کسی کتاب کے ماننے والے نہ تھے۔ قرآن مجید میں اگرچہ اہل کتاب کے شرک کا ذکر بہت سے مقامات پر کیا گیا ہے۔ مثلاً عیسائیوں کے متعلق فرمایا گیا کہ وہ کہتے ہیں اللہ تین خداؤں میں کا ایک ہے (المائدہ - ۷۳)۔ وہ مسیح ہی کو خدا کہتے ہیں (المائدہ - ۱۷)۔ وہ مسیح کو خدا کا بیٹا قرار دیتے ہیں (التوبہ - ۳۰)۔ اور یہود کے متعلق فرمایا گیا کہ وہ عزیز کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں (التوبہ - ۳۰)۔ لیکن اس کے باوجود قرآن میں کہیں ان کے لیے "مشرک" کی اصطلاح استعمال نہیں کی گئی بلکہ ان کا ذکر اہل کتاب یا الَّذِينَ اٰتُوا الْكِتَابَ رَجْحَن كُو كِتَابِ دِي كُنِي تَحِي، یا یہود اور نصاریٰ کے الفاظ سے کیا گیا ہے، کیونکہ وہ اصل دین توحید ہی کو مانتے تھے اور پھر مشرک کرتے تھے۔ بخلاف اس کے غیر اہل کتاب کے لیے "مشرک" کا لفظ بطور اصطلاح استعمال کیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ اصل دین شرک ہی کو قرار دیتے تھے اور توحید کے ماننے سے ان کو قطعی انکار تھا۔ یہ فرق ان دونوں گروہوں کے درمیان صرت اصطلاح ہی میں نہیں بلکہ شریعت کے احکام میں بھی ہے۔ اہل کتاب کا ذبیحہ مسلمانوں کے لیے حلال کیا گیا ہے اگر وہ اللہ کا نام لے کر حلال جانور کو صحیح طریقہ سے ذبح کریں، اور ان کی عورتوں سے نکاح کی اجازت دی گئی ہے۔ اس کے برعکس مشرکین کا نہ ذبیحہ حلال ہے اور نہ ان کی عورتوں سے نکاح حلال۔

۲۔ یہاں کفر اپنے وسیع معنوں میں استعمال کیا گیا ہے جن میں کفرانہ رویہ کی مختلف صورتیں شامل ہیں۔ مثلاً کوئی اس معنی میں کافر تھا کہ سر سے اللہ ہی کو نہ مانتا تھا۔ کوئی اللہ کو مانتا تھا مگر اسے واحد موجود نہ مانتا تھا بلکہ خدا کی ذات، یا خدا کی صفات و اختیارات میں کسی نہ کسی طور پر دوسروں کو شریک مٹھا کر ان کی عبادت بھی کرتا تھا۔ کوئی اللہ کی وحدانیت بھی مانتا تھا مگر اس کے باوجود کسی نوعیت کا شرک بھی کرتا تھا۔ کوئی خدا کو مانتا تھا مگر اس کے نبیوں کو نہیں مانتا تھا اور اُس بدایت کو قبول کرنے کا قائل نہ تھا جو انبیاء کے ذریعہ سے آئی ہے۔ کوئی کسی نبی کو مانتا تھا اور کسی دوسرے نبی کا انکار کرتا تھا۔ کوئی آخرت کا منکر تھا۔ غرض، مختلف قسم کے کفر تھے جن میں لوگ مبتلا تھے۔ اور یہ جو فرمایا کہ "اہل کتاب اور مشرکین میں سے جو لوگ کافر تھے" اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان میں سے کچھ لوگ کفر میں مبتلا نہ تھے، بلکہ مطلب یہ ہے

حَتَّى تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۝۱ رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُوا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝۲
 فِيهَا كُتِبَ قِيمَةٌ ۝۳ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا
 جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ ۝۴ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۝۵
 حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقِيمَةِ ۝۶

جب تک کہ ان کے پاس دلیل روشن نہ آجائے (یعنی) اللہ کی طرف سے ایک رسول جو پاک صحیفے
 پڑھ کر سنائے جن میں بالکل راست اور درست تحریریں لکھی ہوئی ہوں۔

پہلے جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی ان میں تفرقہ برپا نہیں ہوا مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس
 (راہ راست کا) بیان واضح آچکا تھا۔ اور ان کو اس کے سوا کوئی علم نہیں دیا گیا تھا کہ اللہ کی بندگی
 کریں اپنے دین کو اس کے لیے خالص کر کے بالکل یکسو ہو کر اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں یہی
 نہایت صحیح و درست دین ہے۔

کہ کفر میں مبتلا ہونے والے دو گروہ تھے۔ ایک اہل کتاب، دوسرے مشرکین یہاں میں تعین کے لیے نہیں بلکہ بیان کے
 لیے ہے۔ جس طرح سورہ حج آیت ۴۰ میں فرمایا قَاتِلُوا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ آهْلِ الْكِتَابِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْكُمْ
 گندگی سے بچو، نہ یہ کہ جنوں میں جو گندگی ہے اس سے بچو۔ اسی طرح آئین کفر اور مشرکین میں سے ہیں، نہ یہ کہ ان دونوں گروہوں میں سے جو لوگ کفر کرنے والے ہیں۔
 یہی یہ ہے کہ کفر کرنے والے جو اہل کتاب اور مشرکین میں سے ہیں، نہ یہ کہ ان دونوں گروہوں میں سے جو لوگ کفر کرنے والے ہیں۔
۱۱ یعنی ان کے اس حالت کفر سے نکلنے کی کوئی صورت اس کے سوا نہ تھی کہ ایک دلیل روشن آگرا نہیں کفر کی ہر
 صورت کا غلط اور خلاف حق ہونا سمجھائے اور راہ راست کو واضح اور مدلل طریقے سے ان کے سامنے پیش کر دے۔ اس
 کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس دلیل روشن کے آجانے کے بعد وہ سب کفر سے باز آجائے والے تھے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ
 ہے کہ اس دلیل کی غیر موجودگی میں تو ان کا اس حالت سے نکلنا ممکن ہی نہ تھا۔ البتہ اس کے آنے کے بعد بھی ان میں سے
 جو لوگ اپنے کفر پر قائم رہیں اس کی ذمہ داری پھر انہی پر ہے، اس کے بعد وہ اللہ سے یہ شکایت نہیں کر سکتے کہ آپ
 نے ہماری ہدایت کے لیے کوئی انتظام نہیں کیا۔ یہ وہی بات ہے جو قرآن مجید میں مختلف مقامات پر مختلف طریقوں سے
 بیان کی گئی ہے۔ مثلاً سورہ نمل میں فرمایا وَعَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْ، "سیدھا راستہ تانا اللہ کے ذمہ ہے" (آیت ۹)
 سورہ لیل میں فرمایا اِلٰتٌ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى - راستہ تانا ہمارے ذمہ ہے" (آیت ۱۲)۔ اِنَّا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ كَمَا اَوْحَيْنَا

إِلَى نُوحٍ وَالَّتِيئِينَ مِنْ بَعْدِهِ رُسُلًا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ. (اسے نبی) ہم نے تمہاری طرف اسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح نوح اور اس کے بعد کے نبیوں کی طرف بھیجی تھی ان رسولوں کو بشارت دینے والا اور خبردار کرنے والا بنایا گیا تاکہ رسولوں کے بعد لوگوں کے لیے اللہ پر کوئی حجت نہ رہے۔ (النساء ۱۶۴-۱۶۵) - يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَى قَتَرَةٍ مِنَ الرُّسُلِ أَنْ تَقُولُوا مَا جَاءَنَا مِنْ بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ فَقَدْ جَاءَكُمْ بَشِيرٌ وَنَذِيرٌ. (اسے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارا رسول حقیقت واضح کرنے کے لیے رسولوں کا سلسلہ ایک مدت تک بند رہنے کے بعد آ گیا ہے تاکہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہمارے پاس نہ کوئی بشارت دینے والا آیا نہ خبردار کرنے والا۔ سو لو اب تمہارے پاس بشارت دینے والا اور خبردار کرنے والا آ گیا۔ (المائدہ ۱۹)۔

۴۷ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذات خود ایک دلیل روشن کہا گیا ہے، اس لیے کہ آپ کی نبوت سے پہلے کی اور بعد کی زندگی، آپ کا آتی ہونے کے باوجود قرآن جیسی کتاب پیش کرنا، آپ کی تعلیم اور صحبت کے اثر سے ایمان لانے والوں کی زندگیوں میں غیر معمولی انقلاب رونما ہو جانا، آپ کا بالکل معقول عقائد، نہایت مستحضر عبادات، کمال درجہ کے پاکیزہ اخلاق، اور انسانی زندگی کے لیے بہترین اصول و احکام کی تعلیم دینا، آپ کے قول اور عمل میں پوری پوری مطابقت کا پایا جانا، اور آپ کا ہر قسم کی مزامحتوں اور مخالفتوں کے مقابلے میں انتہائی اولوالعزمی کے ساتھ اپنی دعوت پر ثابت قدم رہنا، یہ ساری باتیں اس بات کی کھلی علامات تھیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

۴۸ لغت کے اعتبار سے تو صحیفوں کے معنی ہیں ”لکھے ہوئے اوراق“، لیکن قرآن مجید میں اصطلاحاً یہ لفظ انبیاء علیہم السلام پر نازل ہونے والی کتابوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اور پاک صحیفوں سے مراد ہیں ایسے صحیفے جن میں کسی قسم کے باطل، کسی طرح کی گمراہی و ضلالت، اور کسی اخلاقی گندگی کی آمیزش نہ ہو۔ ان الفاظ کی پوری اہمیت اُس وقت واضح ہوتی ہے جب انسان قرآن مجید کے مقابلے میں بائبل (اور دوسرے مذہب کی کتابوں کا بھی) مطالعہ کرتا ہے اور ان میں صحیح باتوں کے ساتھ ایسی باتیں لکھی ہوئی دیکھتا ہے جو حق و صلاحیت اور عقل سلیم کے بھی خلاف ہیں اور اخلاقی اعتبار سے بھی بہت گری ہوئی ہیں۔ اُن کو پڑھنے کے بعد جب آدمی قرآن کو دیکھتا ہے تو اسے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتنی پاک اور مطہر کتاب ہے۔

۴۹ یعنی اس سے پہلے اہل کتاب جو مختلف گمراہیوں میں بھٹک کر بے شمار فرقوں میں بٹ گئے اُس کی وجہ یہ نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے اُن کی رہنمائی کے لیے دلیل روشن بھیجی تھی، بلکہ یہ روش انہوں نے اللہ کی جانب سے رہنمائی آجانے کے بعد اختیار کی تھی، اس لیے اپنی گمراہی کے وہ خود ذمہ دار تھے، کیونکہ ان پر حجت تمام کی جا چکی تھی۔ اسی طرح اب چونکہ اُن کے صحیفے پاک نہیں رہے ہیں اور ان کی کتابیں بالکل راست اور درست تعلیمات پر مشتمل نہیں رہی ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ایک دلیل روشن کی حیثیت سے اپنا ایک رسول بھیج کر اور اس کے ذریعے پاک صحیفے بالکل راست اور درست تعلیمات پر مشتمل پیش کر کے ان پر پھر حجت تمام کر دی ہے، تاکہ اس کے بعد بھی اگر وہ

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أُولَئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۖ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۗ جَزَاءُ وُجُوهٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَجَنَّتْ عَدْنٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۗ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ ۝

اہل کتاب اور مشرکین میں سے جن لوگوں نے کفر کیا ہے وہ یقیناً جہنم کی آگ میں جائیں گے اور ہمیشہ اس میں رہیں گے، یہ لوگ بدترین خلایق ہیں۔ جو لوگ ایمان لے آئے اور جنہوں نے نیک عمل کیے، وہ یقیناً بہترین خلایق ہیں۔ ان کی جزا ان کے رب کے ہاں اٹھی قیام کی جگتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ یہ کچھ ہے اُس شخص کے لیے جس نے اپنے رب کا خوف کیا ہو۔

متفرق رہیں تو اس کی ذمہ داری اُنہی پر ہو، اللہ کے مقابلہ میں وہ کوئی جھت پیش نہ کر سکیں۔ یہ بات قرآن مجید میں بکثرت مقامات پر فرمائی گئی ہے۔ مثال کے طور پر ملاحظہ ہو البقرہ، آیات ۲۱۳-۲۱۴، آل عمران، ۱۹، المائدہ، ۴۴ تا ۵۰۔ یونس، ۹۳۔ الشوریٰ، ۱۳ تا ۱۵۔ الباقیہ، ۱۶ تا ۱۸۔ اس کے ساتھ اگر وہ حواشی بھی پیش نظر رکھے جائیں جو تفہیم القرآن میں ان آیات پر ہم نے لکھے ہیں تو بات سمجھنے میں مزید آسانی ہوگی۔

۷۵ یعنی جس دین کو اب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیش کر رہے ہیں، اسی دین کی تعلیم اہل کتاب کو ان کے ہاں آنے والے انبیاء اور ان کے ہاں نازل ہونے والی کتابوں نے دی تھی، اور ان عقائد باطلہ اور اعمالِ فاسدہ میں سے کسی چیز کا انہیں حکم نہیں دیا گیا تھا جنہیں انہوں نے بعد میں اختیار کر کے مختلف مذاہب بنا ڈالے۔ صحیح اور درست دین ہمیشہ سے یہی رہا ہے کہ خالص اللہ کی بندگی کی جائے، اُس کے ساتھ کسی دوسرے کی بندگی کی آمیزش نہ کی جائے، ہر طرف سے رخص پیر کر انسان صرف ایک اللہ کا پرستار اور تابعِ فرمان بن جائے، نماز قائم کی جائے، اور زکوٰۃ ادا کی جائے (مزید تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد دوم، الاعراف، حاشیہ ۱۹۔ یونس، حواشی ۱۰۸-۱۰۹۔ جلد سوم، الروم، حواشی ۲۴ تا ۲۷۔ جلد چہارم، الزمر، حواشی ۳-۴)۔

اس آیت میں دین القیسمۃ کے جو الفاظ آئے ہیں ان کو بعض مفسرین نے دین المملۃ القیسمۃ یعنی "راست روئیت کا دین" کے معنی میں لیا ہے اور بعض اسے اضافت صفت الی الموسوف قرار دیتے ہیں اور قیسمۃ کی کا کو علامہ اور فٹا نسکی طرح مبالغہ کی کا قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک اس کے معنی وہی ہیں جو ہم نے ترجمہ میں اختیار کیے ہیں۔

۵۸ بیان کفر سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے سے انکار کرنا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مشرکین اور اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے اُس رسول کے آجانے کے بعد اُس کو نہیں مانا جس کا وجود خود ایک دلیل روشن ہے اور جو بالکل درست تحریروں پر مشتمل پاک صحیفے اُن کو پڑھ کر سنا رہا ہے، اُن کا انجام وہ ہے جو اُن کے بیان کیا جا رہا ہے۔

۵۹ یعنی خدا کی مخلوقات میں اُن سے ہند کر کوئی مخلوق نہیں ہے حتیٰ کہ جانوروں سے بھی گئے گزر سے ہیں کیونکہ جانور عقل اور اختیار نہیں رکھتے، اور شیطان اور اختیار رکھتے ہوئے جن سے منہ موڑتے ہیں۔

۶۰ یعنی وہ خدا کی مخلوقات میں سب سے حتیٰ کہ ملائکہ سے بھی افضل و اشرف ہیں۔ کیونکہ فرشتے نافرمانی کا اختیار ہی نہیں رکھتے، اور یہ اُس کا اختیار رکھنے کے باوجود فرمانبرداری اختیار کرتے ہیں۔

اللہ بالفاظ دیگر جو شخص خدا سے بے خوف اور اس کے مقابلہ میں جہری وجہ پاک ہون کر نہیں رہا بلکہ دنیا میں قدم قدم پر اس بات سے ڈرتے ہوئے زندگی بسر کرتا رہا کر کہیں مجھ سے ایسا کوئی کام نہ ہو جائے جو خدا کے ہاں میری کپڑ کا موجب ہو، اس کے لیے خدا کے پاس یہ جزا ہے۔